Fikr-o-Nasar (Islamabad) 17:9 (1980)

سیرت نگارِ شبلیؒ کی دینی شاعری

ڈاکٹر محمد ریاض

علامہ شبلی نعمانی کے تخلیقی کارناموں میں ان کی اُردو اور فارسی شاعری بھی شامل ہے مگر خود مصنف اور ان کے ناقدین نے اسے زیادہ قابلِ توجہ نہیں سمجھا۔ شبلی موزوں طبع اور حساس شخص تھے، اس لیے وقتاً فوقتاً اُردو اور فارسی میں طبع آزمائی کرتے رہے۔ انھوں نے جم کر اور منظم صورت میں کبھی شاعری نہیں کی تاہم ان کی دونوں زبانوں کی شاعری[1] مجموعی طور پر وقیع اور لائقِ مطالعہ ہے۔ شبلی کی شاعری کے کئی ادوار ہیں۔ علی گڑھ کالج میں مشغولِ تدریس ہونے (۱۸۸۳ء) سے پہلے کی شاعری، علیگڑھ کے قیام کے زمانے کے ابیات (تقریباً ۱۹۰۰ء تک)، حیدرآباد دکن اور بمبئی کا دورِ قیام (۱۹۰۱ء تا ۱۹۰۷ء) اور آخری دورِ حیات کی شاعری (۱۹۰۸ء تا ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء)۔

اصنافِ سخن کے لحاظ سے ان کے ہاں غزل، قطعہ، ترکیب بند، مثنوی اور مسدس زیادہ ہے، مگر معنوی حیثیت سے ان کے اُردو اور فارسی دیوانوں کے تین اہم موضوعات قرار پا سکتے ہیں: تغزل، سیاست اور دین ــ سرِدست راقم الحروف کو شبلی کے تیسرے موضوع کی شاعری سے بحث کرنا ہے مگر یاد رہے کہ تغزل ان کی اُردو شاعری میں مفقود ہے جبکہ دینی اور سیاسی شاعری کے بیشتر نمونے اسی زبان کی شاعری میں دستیاب ہوتے ہیں۔

شبلی کی اُردو شاعری میں چند قابلِ توجہ جدتیں نظر آتی ہیں، مثلاً ایک یہ کہ انھوں نے مثنوی کو اخلاقی اور دینی مضامین کے لیے مخصوص کیا اور بعض مثنویوں میں دیگر شعراء کے ایسے اشعار تضمین و نقل کیے جو دوسری بحروں میں تھے[2]، دوسرے یہ کہ انھوں نے خاص موضوعات پر مختصر قطعے بھی لکھے، یہ باتیں انیسویں صدی عیسوی

کے اواخر تک کی اُردو شاعری میں بظاہر نادر تھیں - ان کی دینی شاعری کے کئی ذیلی عنوانات تعین کیے جا سکتے ہیں : اسلام کی حقانیت، سیرتِ رسولؐ، سیرتِ صحابہؓ، تعلیماتِ دین اور تاریخِ اسلام کے بعض دلپسند واقعات، ان پانچ ذیلی عنوانات کے تحت شبلی کی دینی شاعری کے اہم حصوں کی اشارہ کیا جا سکتا ہے، مگر یاد رہے کہ عصرِ شبلی تک اس قسم کی شاعری اُردو میں شاذ تھی - مولانا حالی کی نظم "مدوجزرِ اسلام" (مسدس) کے علاوہ تاریخِ اسلام کے موضوع پر تا آں دم کوئی خاص تخلیق موجود نہ تھی مگر اس وقت تک علامہ اقبال، حفیظ جالندھری اور کئی دیگر قومی شعراء نے ان موضوعات کو عام کر دیا ہے -

اسلام کی حقانیت

شبلی اپنے آپ کو بنیادی طور پر مؤرخِ[3] اسلام قرار دیتے رہے ہیں اور اپنی جملہ کتابوں میں انھوں نے عقلاً اور نقلاً اسلام کی حقانیت سے بحث کی ہے - اس ضمن میں "علم الکلام" اور "الکلام" بہت بصیرت افروز کتابیں ہیں - شبلی فرماتے ہیں کہ دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے - یہ جملہ الہامی ادیان کی ترقی یافتہ صورت ہے مگر اس کی برکات سے وہی فرد یا معاشرہ بہرہ مند ہوتا ہے جو اس کی تعلیمات پر پوری طرح عمل پیرا ہو - شبلی کے نزدیک مسلمانوں کی زبوں حالی اور انحطاط کی علت، تعلیمات اسلامی کا تجزیہ و تفکیک ہے کیونکہ اس دین کی رُو سے قدیم و جدید، سائنسی و غیر سائنسی اور دین و سیاست کی مغائرت ایک غیر منطقی اور زیاں آور بات ہے - اپنے ایک فارسی ترکیب بند میں جو ۱۹۰۷ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اجلاس میں پڑھا گیا - شبلی یوں فرماتے ہیں :

خوش بود اینکہ ترا جاہ و حشم ہم باشد | لیک حیف است اگر خرمن دین کم باشد
ملک و دین ہر دو بہ یا گشتہ تیر دو ہم اند | اندراں کوش کہ این باشد و آن ہم باشد
بایدت سعی بدان کہ بہرا دارہ ای | دین و دنیا بہم آمیزی و توام باشد
شرط اسلام نباشد کہ بہ دنیا طلبی | التفات تو بہ دینِ نبویؐ کم باشد
روز بازار بود فلسفہ و ہندسہ را | نامۂ شرع پراگندہ و درہم باشد

رسم اسلام نباشد کہ بہ تحصیل علوم ہیئت و ہندسہ بر شرع مقدم باشد

حل ہر مسئلہ فقہ ز یورپ طلبی شرع پیش تو ز تقویم کہن کم باشد

اُردو میں "مذہب یا سیاست" کے عنوان سے شبلی کا ایک مدلل قطعہ ملتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ قومیں دو طریقوں سے ترقی کرتی ہیں۔ ان کا دینی جذبہ کارگر ہوتا ہے یا وطنی جذبہ۔ دینی جذبے کی کرشمہ سامانیاں دیکھتا ہوں تو تاریخ اسلام کے ابتدائی دور پہ توجہ کرنا ہی کافی ہوگا۔ دوسری طرف وطنی جذبہ ہے جس نے قرن حاضر کی کئی اقوام میں بیداری اور ترقی کے آثار پیدا کر رکھے ہیں مگر برصغیر کے مسلمان نہ آں دارند نہ ایں۔ شبلی کہتے ہیں کہ مسلمان سیاست کے علاوہ دین میں بھی اہل مغرب کی روش کے مقلد ہیں۔ اور پھر اس ترقی و پیش رفت کے متمنی بھی ہیں جو اسلام نے اپنے حقیقی پیروؤں کے لئے مخصوص کر رکھی ہے :

تم کسی قوم کی تاریخ اٹھا کر دیکھو دو ہی باتیں ہیں جن پر ہے ترقی کا مدار

یا کوئی جذبہ دینی تھا کہ جس نے دم میں کر دیا ذرہ افسردہ کو ہم رنگ شرار

یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے بچے کھیلنے جاتے تھے ایوانگہ کسریٰ میں شکار

یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے رہزن فاش کرنے لگے، جبریل امین کے اسرار

وہ الٹ دیتے تھے دنیا کا مرقع دم میں جن کے ہاتھوں میں رہا کرتی تھی اونٹوں کی مہار

یا کوئی جذبہ ملک و وطن تھا جس نے کر دیئے دم میں قوائے عملی سب بیدار

ہے اسی مے سے یہ سرمستی احرار وطن ہے اسی نشہ سے یہ گرمی ہنگامہ کار

آپ دونوں سے کئے دیتے ہیں ہم کو محروم نہ سیاست ہے نہ ناموس شریعت کا وقار

مدتوں بحث سیاست کی اجازت ہی نہ تھی کہ وفاداری مسلم کا تھا یہ خاص شعار

اب اجازت ہے مگر دائرہ بحث ہے یہ کہ گورنمنٹ سے اس بات کے ہوں عرض گذار

یہ بھی اک گونہ شکایت ہے غلاموں کو ضرور کہ مناصب میں ہے کم حلقہ بگوشوں کا شمار

اب رہا جذبۂ دینی، تو وہ اس طرح مٹا | کہ ہمیں آپ ہی آتا ہے اب اس نام سے عار
وضع میں، طرز میں، اخلاق میں، سیرت میں کہیں | نظر آتے نہیں کچھ حرمت دیں کے آثار

شبلی اسی نظم میں فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے دوسری اقوام وملل کے علوم وفنون سیکھنے میں کبھی بخل نہیں برتا چنانچہ حکمائے یونان افلاطون اور ارسطو سے ان کا غیر معمولی اعتنا ایک دنیا کو معلوم ہے مگر عصر حاضر میں فرنگی معاشرت اور ان کے انداز فکر کی تقلید کا اور ہی رنگ ہے۔ اس کورانہ تقلید نے مسلمانوں کو روح اسلام سے یکسر بیگانہ کر رکھا ہے۔

ہم نے پہلے بھی تو اغیار کے سیکھے تھے علوم | ہم نے پہلے بھی تو اس نشہ کا دیکھا ہے خمار
نام لیتے تھے ارسطو کا ادب سے ہر چند | تھے فلاطون الٰہی کے بھی گو شکر گزار
جانتے تھے مگر اس بات کو بھی اہل نظر | کہ حریفوں کو نہیں، انجمن خاص میں بار
آج ہر بات میں ہے شان تفرنج پیدا | آج ہر رنگ میں یورپ کے نمایاں ہیں شعار
ہیں شریعت کے مسائل بھی وہیں تک محدود | کہ جہاں تک انہیں معقول بنائیں اغیار

ایک دوسری دینی نظم[۳] میں شبلی فرماتے ہیں کہ دین اسلام کسی قسم کی ترقی کا مخالف نہیں۔ مسلمان اسلام کے تمسک سے نہیں بلکہ اس کے ترک سے دنیا میں ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔ نام نہاد مسلمانوں کے تارک اسلام ہونے کے بارے میں شبلی کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مسلمان اسلام کی اصل الاصول، عقیدہ توحید، کو ترک کر چکے اور شائبہ شرک میں ملوث ہو چکے ہیں۔

۲۔ عقیدہ رسالت سے بھی مسلمانوں کا تمسک ڈھیلا پڑ چکا ہے۔

۳۔ احکام اسلام کی پابندی ترک ہو چکی اور اوامر ونواہی کی بالعموم کوئی پروا نہیں رہی۔ مثلاً کئی امرا شغل مے نوشی میں سرگرم ہیں اور شراب کی حرمت کا انہیں کوئی لحاظ نہیں رہا۔ قرآن مجید نے تو مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے، مگر عصر حاضر کے مسلمان ایک

دوسرے کی دشمنی اور عداوت میں پیش قدم ہو رہے ہیں۔ حد یہ ہے کہ ہجرت ترک کرنے پر بھی مسلمان متوجہ نہیں رہے اور علمائے دین نے عبرت اندوزی سے آنکھیں موند رکھی ہیں ان حالات میں مسلمانوں کے زوال کا سبب اسلام ہے یا ترک اسلام ؟

بحث مافیہ میں پہلی غلطی یہ ہے کہ آپ — جس کو اسلام سمجھتے ہیں وہ اسلام نہیں

اعتقادات میں ہے سب سے مقدم توحید — آپ اس وصف کو ڈھونڈیں تو کہیں نام نہیں
کون ہے شائبہ شرک سے خالی اس وقت — کون ہے جس پہ فریب ہوس خام نہیں
آستانوں کی زیارت(۵) کے لئے شد رحال — اس میں کیا شان پرستاری اصنام نہیں؟
کیجئے مسئلہ شرک نبوت پہ جو غور — کفر میں بھی یہ جہانگیری اوھام نہیں
اب عمل پر جو نظر کیجئے آئے گا نظر — کہ کسی ملک میں پابندی احکام نہیں
اغنیا کی ہے یہ حالت کہ نہیں ہے وہ رئیس — جس کے چہرے پہ فروغ مے گلفام نہیں
نص قرآن سے مسلمان ہیں بھائی بھائی — اس اخوت میں خصوصیت اعمام نہیں
یاں یہ حالت ہے کہ بھائی کا ہے بھائی دشمن — کون سا گھر ہے جہاں یہ روش عام نہیں
نہ کہیں صدق و دیانت ہے نہ پابندی عہد — دل ہیں ناصاف زبانوں میں جو دشنام نہیں
آیت "فاعتبروا"(۶) پڑھتے ہیں ہر روز مگر — علماء کو خبر گردش ایام نہیں
الغرض عام ہے وہ چیز جو بے دینی ہے — صاف یہ بات ہے دھوکا نہیں ابہام نہیں
ان حقائق کی بنا پر سبب پستی قوم — ترک پابندی اسلام ہے اسلام نہیں

سیرت رسول(۷)

علامہ شبلی کا تصنیفی شاہکار "سیرت النبیؐ" ہے اور مصنف نے اس عظیم کتاب کی تالیف کے موقع پر ایک دو فخریہ قطعے بھی لکھے تھے :

فرشتوں میں یہ چرچا ہے کہ حال سرور عالمؐ — دبیر چرخ لکھتا یا کہ خود روح الامین لکھتے

صدا یہ بارگاہ عالم قدوس سے آئی | کہ یہ ہے اور ہی کچھ چیز، لکھتے تو یہیں لکھتے
عجم کی مدح لکھی،(۷) عباسیوں کی داستاں لکھی(۸) | مجھے چندے مقیم آستان غیر ہونا تھا
مگر اب لکھ رہا ہوں سیرت پیغمبر خاتمؐ | خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا(۹)

"سیرت النبیؐ" کے لائق مؤلف نے سیرت رسولؐ پر مبنی بعض واقعات کو نظم کیا ہے۔ شبلی کے الفاظ اور تراکیب نثر و نظم میں ہر کہیں پر شکوہ ہیں اور ان کا اسلوب بیان دلآویز اور رنگین ہے مگر ان کی شاعری مبالغے سے مبرا ہے۔ وہ واقعات کو نظم کرتے وقت بھی ایک مورخ ہی نظر آتے ہیں۔

شبلی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ ہجرت پر ایک نظم لکھی ہے۔ اس میں قریش مکہ کی رسول اللہؐ سے غیر معمولی دشمنی، رسول اللہ کا آمادہ ہجرت ہو کر حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ کی معیت میں تین رات دن غار ثور میں چھپے رہنا، بعد میں سراقہ کا آپؐ کا تعاقب کرنا اور آخر کار اہل یثرب کے مشتاقانہ استقبال کی حالت میں آپؐ کا مدینۃ الرسول تشریف فرما ہونے کا بیان ہے۔

اس ایمان پرور نظم کا آخری حصہ حسب ذیل ہے اور اس میں آل نجار (انصار) کے استقبال نبیؐ کی کیفیت مندرج ہے۔

آل نجار چلے شہر سے ہو کر تیار | زرہ و جوشن و چار آئینہ و تیغ و سپر
دفعۃً کوکبہ شاہ رسل آ پہنچا | غل ہوا، صلّ علیٰ خیر اناسی و بشر
جلوۂ طلعت اقدس جو ہوا عکس فگن | دفعۃً تار شعاعی تھا ہر اک تار بصر
طور پر حضرت موسےٰؑ کی صدا آتی تھی | آج ایک اور جھلک سی مجھے آتی ہے نظر
سب کو تھی فکر کہ دیکھیں یہ شرف کس کو ملے | مہماں ہوتے ہیں کس اوج نشیں کے سرورؐ
سینے کہتے تھے کہ خلوت گہ دل حاضر ہے | آنکھیں کہتی تھیں کہ دو اور بھی تیار ہیں گھر
ہاں مبارک کرے اے خاک حریم نبویؐ | آج سے تو بھی ہوئی خاک حرم کی ہمسر
صلّ یارب علیٰ خیر نبی و رسول | صلّ یارب علیٰ افضل جن و بشر

شبلی کی ایک ایسی ہی محبانہ نظم، مسجد نبویؐ کی تعمیر کے بارے میں ہے۔ نبی اکرمؐ نے یثرب پہنچتے ہی تعمیر سجدہ گاہ خدائے انام، پر توجہ فرمائی۔ آپ نے ایک قطعہ زمین کا انتخاب کیا۔ یہ یتیموں کی ملک تھا اور ہرچند کہ انہوں نے اسے ہدیۃً دے دینے کی پیشکش کی، مگر رسول پاکؐ نے اسے قیمتاً خریدنا ہی مناسب جانا:

احسان اور وہ بھی یتیمان زار کا ‌‌ ‌‌ بالکل خلاف طبع رسول انام تھا
بارہ ہزار سکہ رائج عطا کئے ‌‌ ‌‌ یہ تھا وہ خلق جس سے مخالف بھی رام تھا

قطعۂ زمین خریدنے کے بعد نبی اکرمؐ نے تعمیر مسجد کے وسائل فراہم فرمائے۔ یوں تو مہاجر اور انصار سب ہی اس کی تعمیر میں شریک تھے مگر خود ہادی برحقؐ کا مقدس وجود اس کی بناو تعمیر میں برابر کا شریک رہا:

انصار پاک اور مہاجر تھے جس قدر ‌‌ ‌‌ مزدور بن گئے کہ خدا کا یہ کام تھا
اک اور نفسِ پاک بھی ان سب کا تھا شریک ‌‌ ‌‌ جو آب و گل کے شغل میں بھی شاد کام تھا
کندھوں پہ اپنے لاد کے لاتا تھا سنگ و خشت ‌‌ ‌‌ سینہ غبار خاک سے سب گرد فام تھا
سمجھے کچھ آپ کون تھا ان کا شریک حال؟ ‌‌ ‌‌ یہ خود وجود پاک رسولِ انامؐ تھا
جو وجہ آفرینش افلاک و عرش ہے ‌‌ ‌‌ جس کا کہ جبریلؑ بھی ادنیٰ غلام تھا
صلوا علی النبی و اصحابہ الکرام ‌‌ ‌‌ اس نظم مختصر کا یہ مسک ختام تھا

علامہ شبلی کے یہ اشعار کس قدر رقت بار اور ایمان افروز ہیں۔ کیوں نہ ہوں کہ آخر انہیں ایک عاشق رسولؐ نے ارشاد کیا ہے۔

ہندہ زوجہ ابوسفیان کو تاریخ اسلام میں "آکلۃ الاکباد" (جگر خوار) کہتے ہیں کیونکہ جنگ احد میں اس نے عم رسولؐ حضرت حمزہ شہید کی نعش مبارک کو چاک کر کے ان کا جگر چبایا تھا۔ یہ سفاکہ ایک بار نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دیر تک بڑی گستاخانہ گفتگو کرتی رہی مگر

رحمۃ للعالمینؐ نے اپنے بے پناہ حلم اور عفو کی بنا پر اس سے کچھ تعرض نہ کیا تھا۔ علامہ شبلی نے سیرت رسول کے اس واقعہ کو بھی نظم کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ہندہ ایمان لانے اور بیعت کرنے نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس نے توحید اور رسالت کی اساسیات سننے کے بعد منع قتل اولاد کے بارے میں ارشادات رسولؐ سنے تو بولی: میں نے اولاد کو محبت سے پروان چڑھایا تھا۔ مگر آپ نے جنگ بدر میں انہیں قتل کروا دیا۔ آپ خود تو قتل کرواتے ہیں اور ہم سے منع قتل اولاد کا عہد لیتے ہیں؟ شبلی فرماتے ہیں کہ ہندہ کی اولاد حملہ آور اور متجاوز تھی اور لڑتے ہوئے ماری گئی تھی۔ نبی اکرمؐ کے ارشاد کا مفاد اور تھا، اور اولادِ ہندہ کا قتل ایک دوسری بات، مگر رسول اللہؐ نے اسے معذور جانا:

ہند تھی پردہ نشین حرم بوسفیان ۔۔۔ لقب ہند جگرخوار، سے جو ہے مشہور
بارگاہ نبویؐ میں وہ ہوئی جب حاضر ۔۔۔ اس ارادے سے کہ ہو داخل ارباب حضورؐ
آپ نے لطف وعنایت سے یہ ارشاد کیا ۔۔۔ پہلی یہ بات کہ ہو شائبہ شرک سے دور
دوسری یہ کہ نبوت کا ہے لازم اقرار ۔۔۔ بولی ان باتوں سے انکار نہیں مجھ کو حضورؐ
پھر یہ ارشاد ہوا منع ہے اولاد کا قتل ۔۔۔ اس شقاوت سے ہر اک شخص کو بچنا ہے ضرور
عرض کی اس نے کہ اے شمع شبستان رسل ۔۔۔ یہ وہ موقع ہے کہ عاجز ہے یہاں فہم وشعور
میں نے اولاد کو پالا تھا بڑی محنت سے ۔۔۔ میں انہیں آنکھ میں رکھتی تھی کہ تھے آنکھ کا نور
بدر میں قتل انہیں حضرتِ والا نے کیا ۔۔۔ ہم سے کیا عہد اب اس بات کا لیتے ہیں حضورؐ؟
گرچہ یہ سوءِ ادب تھا غلطی پر مبنی ۔۔۔ گرچہ یہ بات تھی خود شیوۂ انصاف سے دُور
اس کی اولاد نے خود جنگ میں کی تھی سبقت ۔۔۔ لڑکے مارا کوئی جائے تو یہ کس کا ہے قصور
لیکن آزادیٔ افکار تھی ازبسکہ پسند ۔۔۔ آپؐ نے فرط کرم سے اسے رکھا معذور

واقعات صحابہؓ

سیرت اصحابؓ اور صحابیاتؓ کا بیان بھی شبلی کی دینی شاعری کا ایک جزو ہے ایک واقعہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی والدہ گرامی کے عزم و استقلال سے مربوط ہے۔ یہ واقعہ بے حد معروف ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وہ عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے حضرت امام حسینؓ کے مرتبہ شہادت پر فائز ہونے کے بعد کئی سال تک یزید اور ان کے دو جانشینوں معاویہ ثانی اور مروان بن حکم کی خلافت کی مزاحمت کی اور مدتوں حرم کعبہ میں محصور رہے۔ حجاج بن یوسف ثقفی نے حرم کعبہ پر سنگ باری کروائی اور آخر کار حضرت عبداللہ بن زبیر کو شہید کروا کے ان کی نعش کو سولی پر لٹکا دیا۔ حضرت ابن زبیرؓ کی والدہ حضرت اسماءؓ اپنے بیٹے کی ہمیشہ پشت پناہی کرتی رہی تھیں۔ ان کی نعش کو لٹکے ہوئے دیکھ کر وہ بول اٹھیں۔ کیا بات ہے کہ یہ شاہسوار اب تک اپنی سواری سے نہیں اترا۔ علامہ شبلی نے اس تاریخی واقعہ کو بڑے آب و تاب کے ساتھ نظم کیا ہے۔ یاد رہے کہ اس واقعہ کو شبلی نے مختلف البحر نظموں میں بیان کیا ہے۔ ایک نظم کا آغاز اس طرح ہے :

مسند آرائے خلافت جو ہوئے ابن زبیرؓ　　سب نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے یکبار
ابن مروان نے حجاج کو بھیجا پئے جنگ　　جس کی تقدیر میں مرغان حرم[10] کا تھا شکار
حرم کعبہ میں محصور ہوئے ابن زبیرؓ　　فوج بے دین نے کیا کعبہ ملت کا حصار
دامن عرش ہوا جاتا تھا آلودہ گرد　　بارش سنگ سے اٹھتا تھا جو رہ رہ کے غبار
تھا جو سامان رسد چار طرف سے مسدود　　ہر گلی کوچہ بنا جاتا تھا اک کنج مزار

مگر دوسری نظم کے حسب ذیل صرف آٹھ شعر ہیں :

حضرت ابن زبیرؓ بن عوام　　جب ہوا ان پر خلافت کا مدار
کی مخالف نے چڑھائی ان پہ　　گرم تھا موت کا ہر سو بازار

ہو گئے لڑ کے پھر آخر کو شہید | لاش کو ان کی چڑھایا سر دار
ان کی ماں نے جو سنی ان کی خبر | دل ہوا ان کا محبت سے فگار
لیکن از بسکہ طبیعت تھی غیور | نہ کیا رنج و الم کا اظہار
اتفاقاً جو ادھر جا پہنچیں | کہ وہ موقع تھا سر راہ گزار
لاش بیٹے کی جو لٹکی دیکھی | منہ سے بے ساختہ نکلا یکبار
اب بھی منبر سے نہ اُترا یہ خطیب | اب بھی گھوڑے سے نہ اُترا یہ سوار

صحابیاتؓ سے متعلق ایک دوسرا واقعہ بھی شبلی نے نظم کیا اور قرنِ اول کی مسلمان خواتین کی جرأت اور ایثار کو اجاگر کیا ہے۔ جنگ احد میں نبی اکرمؐ کا شہید ہو جانا مشہور ہو گیا تھا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ دراصل ایک صحابی حضرت مصعبؓ بن عمیر شہید ہو گئے تھے۔ اور چونکہ وہ رسول اکرمؐ سے صورتاً بہت مشابہہ تھے۔ اس لئے رسول اللہؐ کی شہادت کی خبر مدینہ منورہ میں گشت کرنے لگی تھی۔ جنگ کے خاتمے کے بعد ایک انصاری خاتون حالات پوچھنے گھر سے باہر نکلی۔ اسے جو بھی ملتا، نبی اکرمؐ کی خیریت کی تصدیق کرتی تھیں۔ اسے لوگوں نے اطلاع دی کہ اس کے والد بھائی اور شوہر جنگ میں کام آگئے، مگر ان میں سے ہر ایک کی شہادت کی خبر سن کر وہ رسول اکرمؐ کی سلامتی کی تصدیق چاہتی رہی۔ شبلی فرماتے ہیں کہ ایثار اور پیغامبر اکرمؐ سے محبت کی یہ وہ بیّن مثالیں ہیں جس کی نظیر کوئی دوسری قوم کبھی پیش نہ کر سکے گی۔

موقع جنگ پہ پہنچیں تو یہ لوگوں نے کہا | کیا کہیں تجھ سے کہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں ہم
تیرے بھائی نے لڑائی میں شہادت پائی | تیرے والد بھی ہوئے کشتۂ تیغ ستم
سب سے بڑھ کر کہ شوہر بھی ہوا تیرا شہید | گھر کا گھر صاف ہوا، ٹوٹ پڑا کوہ الم
اس عفیفہ نے یہ سب سن کے کہا تو یہ کہا | یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہ امم
سب نے دی اس کو بشارت کہ سلامت ہیں حضورؐ | گرچہ زخمی ہیں سر و سینہ و پہلو و شکم

بڑھ کے اس نے رخ اقدس کو جو دیکھا تو کہا　　　تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہے سب رنج و الم
میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا　　　اے شہ دیںؐ ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

"مساوات اسلامؐ" کے عنوان سے ایک نظم میں شبلی نے عمل صحابہؓ کی رو سے اسلام میں رنگ و نسل اور حسب و نسب کی اہمیت کی نفی کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں عتبہ ابن ربیعہ لشکر کفار کا امیر تھا۔ اس نے انصار کو غیر کفو کہہ کر ان سے لڑنے کو عار جانا تھا۔ اس وقت نبی اکرمؐ کے حکم سے حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ آگے بڑھے اور معرکہ کارزار کو گرم کیا تھا شبلی فرماتے ہیں کہ اس کے برعکس صحابہ کے تعامل مساوات کا یہ عالم تھا کہ جب حضرت بلالؓ حبشی نے اپنی غربت کے باوجود مدینہ منورہ میں عقد و تزویج کرنے کا ارادہ کیا تو ہر مہاجر و انصاری کی یہی خواہش تھی کہ بلال اس کے قرابت دار بنیں، حضرت بلالؓ محترم خادمان نبویؐ میں سے تھے اور حضرت عمرؓ فاروق نے ان کی وفات پر انہیں اپنا "آقا و سردار" کہا تھا۔

یا یہ حالت تھی کہ تلوار بھی تھی طالب کفو　　　یا مساوات کا اسلام کے پھیلا یہ اثر
بارگاہ نبوی کے جو موذن تھے بلالؓ　　　کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر
جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں　　　جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر
میں غلام حبشی اور حبشی زاد بھی ہوں　　　یہ بھی سن لو کہ مرے پاس نہیں دولت و زر
ان فضائل پہ مجھے خواہش تزویج بھی ہے　　　ہے کوئی جس کو نہ ہو میری قرابت سے حذر
گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ "دل سے منظور"　　　جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر
عہد فاروقؓ میں جس دن کہ ہوئی ان کی وفات　　　یہ کہا حضرت فاروق نے بادیدۂ تر
اٹھ گیا۔ آج زمانے سے ہمارا آقا　　　اٹھ گیا آج نقیب حشم پیغمبر

ایک نظم میں حضرت عباسؓ کے دور کفر کا ذکر ہے اور اس کے پردے میں بنو عباسؓ کے خاندان رسولؐ کے افراد پر جور و جفا پر طنز ہے۔ حضرت عباسؓ جنگ بدر میں عسکر کفار کی

طرف سے لڑے اور قید ہو گئے۔ مجلس مسجد نبوی کے قریب تھا۔ ان کی مشکیں سخت کسی ہوئی تھیں ان لئے کراہتے رہے اور ان کی آواز سن کر دیر تک نبی اکرمؐ بھی بے خواب رہے اس بات کا علم ہوتے ہی صحابہ نے حضرت عباسؓ کی مشکیں کھول دیں اور وہ سو گئے۔

شبلی فرماتے ہیں کہ ان ہی حضرت عباسؓ کے اخلاف میں خلیفہ عباسی ابو جعفر منصور (۱۳۶-۱۵۸ھ/۷۵۳-۷۷۴ء) تھا جس نے اولاد رسولؐ پر بے پناہ مظالم ڈھائے اور یہ نہ سوچا کہ جس طرح ان کے جد امجد کے ساتھ حالت اسارت میں اچھا انسانی سلوک روا رکھا گیا تھا وہ بھی اولاد رسولؐ کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرتا۔

تھا ان ہی حضرت عباسؓ کا پوتا منصور ۔۔۔ جو کہ ایوان خلافت میں ہوا تخت نشین
ایک دن حکم دیا اس نے کہ اولاد رسولؐ ۔۔۔ ایک جا جمع کئے جائیں جو مل جائیں کہیں
پھر دیا حکم کہ ان سب کو پہنا کر زنجیر ۔۔۔ کہہ دو ان سے کہ بنیں خانۂ زنداں کے مکیں
ایک دن سیر کو اس شان سے نکلا منصور ۔۔۔ پا بہ زنجیر تھے سادات یسار اور یمیں
ساتھ ساتھ آتے تھے پیدل جگر و جان رسولؐ ۔۔۔ اور منصور تھا زیب حرم خانہ زیں
ایک نے مجمع سادات سے بڑھ کر یہ کہا ۔۔۔ گرچہ اس لطف کے مشکور ہیں ہم خاک نشیں
غزوۂ بدر میں لیکن جو کیا ہم نے سلوک ۔۔۔ وہ تو کچھ اور تھا ہے یاد بھی تم کو کہ نہیں؟

شبلی نے ایک نظم حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ کی صداقت اور بیباکی کے بارے میں لکھی ہے۔ یزید کی ولی عہد کے طور پہ نامزدگی اور پھر اس کے خلیفہ مقرر ہونے پہ جن چار صاحب اثر اصحاب نے آخر دم تک مخالفت کی، وہ حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عمرؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکر تھے۔ یزید کے آغاز خلافت میں دربار خلافت کے احکام کے مطابق، مسجد نبوی کے خطیب نے اس نئی خلافت کا ذکر کیا اور کہا۔

امیر معاویہ کی طرف سے یزید کو خلیفہ مقرر کرنا کوئی غیر معمولی بات نہیں کیونکہ حضرت

ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی اپنے جانشین مقرر کر دیئے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے خطیب کو فوراً ٹوک دیا اور فرمایا: یہ بات سراسر جھوٹ ہے۔ باپ کا بیٹے کو ولی عہد نامزد کرنا قیصر و کسریٰ کا دستور رہا ہے اور اسلام کی رو سے ایسی بدعت کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

جھوٹ ہے یہ کہ ہے سنت ابوبکرؓ و عمرؓ ہاں مگر قیصر و کسریٰ کی ہے یہ سنت عام
اپنے بیٹے کو بنایا تھا خلیفہ کس نے؟ ایسی بدعت کا نہیں مذہب اسلام میں نام
یہ طریقہ متوارث ہے تو کفار میں ہے ورنہ اسلام ہے اک مجلس شوریٰ کا نظام
شانِ اسلام ہے تخصیت ذاتی سے بعید شرع میں سلطنت خاص ہے ممنوع و حرام
اس سے بھی قطع نظر نسل عرب ہیں ہم لوگ وہ کوئی اور ہیں ہوتے ہیں جو شاہوں کے غلام

شبلی کی تین نظمیں حضرت عمرؓ فاروق کے دور خلافت سے متعلق ہیں اور الفاروق کے مصنف نے ان میں حضرت عمرؓ فاروق کے عدل و انصاف کے نمونے پیش کئے ہیں۔ یہ واقعات اکثر بیان ہوتے رہتے ہیں، اس لئے ان کی طرف اشارہ ہی کافی رہے گا۔ ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک صحابی نے مسجد میں حضرت عمرؓ پر اعتراض کیا کہ فلاں وقت مال غنیمت سے جو ایک ایک چادر تقسیم ہوئی تھی، اس سے بننے والا لباس ان کے طویل جسم کے لئے کس طرح کفایت کر گیا؟

حضرت عمرؓ نے اپنے ایک صاحبزادے کو بلوا کر صورت حال کی وضاحت فرمائی معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کے حصے کی چادر ان سے مانگ لی تھی اور اس طرح ان کا لباس تیار ہو سکا تھا۔ دوسرا واقعہ حضرت فاروق اعظم کے عہد کے ایک سال قحط کے بارے میں ہے جسے تاریخ میں "عام الرمادہ" کہتے ہیں۔ اس سال کی کسی رات حضرت عمرؓ حسب معمول گشت کرتے کرتے ایک دور دراز کے خیمے میں جا پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت نے بڑے چھوٹے کئی بچے اٹھا رکھے ہیں اور کچھ پکانے بیٹھی ہے۔ حضرت عمرؓ کو تعجب ہوا کہ ایسا خوشحال گھرانہ اس زمانے میں کیسے موجود ہے مگر پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ عورت بھوکے بچوں

کو بہلانے کی خاطر پانی ابال رہی تھی تاکہ وہ سوچیں کہ کچھ پکایا جا رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت عمرؓ رو پڑے۔ انہوں نے اس گھر کے لئے مایحتاج مہیا کیا اور ان بچوں کو کھانا کھلا کر رخصت ہوئے۔ مگر اس عورت کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ سب تردد اور اہتمام خلیفہ وقت کر رہا ہے۔ وہ بار بار یہی کہہ رہی تھی کہ کاش تجھ ایسا شخص عمر کی جگہ خلیفۃ المسلمین ہوتا، تیسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ حق مہر کو زیادہ نہ رکھنے کی تلقین کر رہے تھے۔ مگر ایک عورت نے انہیں ٹوک دیا کہ یہ بات قرآن مجید کی نص صریح کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مہر کی حد کے لئے لفظ "قنطار" استعمال فرمایا ہے جس کے وزن کی قیمت میں سو ہزار درہم سما سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے عورت کے اس اعتراض کو بلا درنگ مان لیا اور اپنے الفاظ واپس لے لئے۔

وارث عدل پیغمبرؐ، عمرؓ ابن الخطاب ۔۔۔ یہی تھی جن کے لئے منزلت تاج و سریر
مجمع عام میں لوگوں سے انہوں نے یہ کہا ۔۔۔ مہر باندھو نہ زیادہ کہ ہے یہ بھی تبذیر
جس قدر تم کو ہو مقدور وہیں تک باندھو ۔۔۔ حکم یہ عام ہے سب کو امرا ہوں کہ فقیر
ایک بڑھیا نے وہیں ٹوک کے فوراً یہ کہا ۔۔۔ تجھ کو کیا حق ہے، جو تو کرتا ہے ایسی تقریر؟
صاف قرآن میں "قنطار" کا لفظ آیا ہے ۔۔۔ تجھ کو کیا حق ہے کہ اس لفظ کی کردے تغیر
لاکھ تک بھی ہو تو کہہ سکتے ہیں اس کو قنطار ۔۔۔ تھا یہ اک وزن کہ اس وزن کی ہے یہ تعبیر
سرنگوں ہو کے کہا حضرت فاروق نے آہ ۔۔۔ میں نہ تھا اس سے جو واقف تو یہ میری تقصیر

میر سید علی ہمدانی شاہ ہمدان (م ۷۸۶ھ) نے بھی اپنی تالیف "ذخیرۃ الملوک" کے باب سوم (کتاب مذکورہ مطبوعہ افغانی پریس امرتسر ۱۳۲۱ھ ص ۵۰) میں حضرت عمر کا یہ واقعہ نقل کیا ہے:

نقل است کہ روزے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بر منبر می گفت لاتغالوا فی صداق النساء فانہا لو کانت مکرمۃ لکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولیٰ بہا۔ یعنی کابین زنان را گران مکنید کہ اگر این شرف و بزرگی بودے، رسولؐ خدا بر آن اولیٰ بودے۔ زنے برخاست و گفت: خطا کردی اے

امیرالمؤمنین ۔ نشنیدی کہ حضرت عزۃ جلت عظمتہ فرمودکہ وان آتیتم احداھن قنطاراً فلا تأخذوا منہ شیئاً (۴/۳۰) یعنی زنے را ہزار مثقال زر دادہ باشد، ازآن چیزے باز مگیرید۔ امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ عنہ فرمودکہ سبحان اللہ اصابت امراۃ واخطاء رجل۔ یعنی عجب از آنکہ زنے ایں مسئلہ فہم کرد و مرد ے خطا کرد۔"

اہل بیت رسولؐ کی زندگی کے عنوان سے ایک نظم میں شبلی نے جگر گوشہ رسولؐ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی مفلسانہ زندگی کی تصویر کشی کی ہے۔ یہ ان کی آخری اُردو نظم بتائی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کئی بار نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوتی رہیں کہ مالی اعانت اور کسی غلام یا کنیز عطا کئے جانے کے لئے التماس کریں۔ مگر غیر محرموں کی موجودگی یا پاس حیا کی بنا پر کچھ کہہ نہ سکیں۔ آخر حضرت علیؓ نے ان کی ترجمانی فرمائی، تو حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ وہ ابھی اصحاب صفہؓ کی ضروریات پورا کرنے سے فارغ نہیں ہو سکے کہ کسی اور کے لئے کچھ کر سکیں۔ حضرت سیدۃ النساء کی حالت یہ تھی کہ ۔

افلاس سے تھا سیدۂ پاکؓ کا یہ حال — گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا
گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں — چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار — گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا
اٹ جاتا تھا لباس مبارک غبار سے — جھاڑو کا مشغلہ بھی جو ہر صبح و شام تھا

مگر رحمۃ للعالمینؐ کی طرف سے ان کی التماس کا جواب یہ ملا۔

ارشاد یہ ہوا کہ غریبان بے وطن — جن کا کہ صفہ نبویؐ میں قیام تھا
میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز — ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا
جو جو مصیبتیں کہ ان پر گذرتی ہیں — میں ان کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم ہے ان کا حق — جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز اموی خلیفہ تھے (۹۹ تا ۱۰۱ھ / ۷۱۹ - ۷۲۰ء)۔ انہوں نے اپنے

عہد خلافت میں بڑی نیک نامی حاصل کی اور عدل و انصاف اور حلم و بردباری کے ابدی نقوش چھوڑے۔ شبلی نے ان کے ایک واقعہ کو بھی نظم کیا ہے۔ یہ خلیفہ ایک مرتبہ رات کو مسجد کے صحن سے گذر رہے تھے کہ کسی خواب آلود لیٹے ہوئے شخص پر ان کا پاؤں پڑ گیا۔ وہ شخص برہم ہو کر بولا: تم دیوانے ہو یا اندھے؟ حضرت عمرؓ نے تبسم فرما کر جواب دیا۔ میں دیوانہ نہیں ہوں اور اندھا بھی نہیں۔ البتہ مجھ سے غلطی ہو گئی اور معافی کا خواستگار ہوں" سرکاری چوبداروں نے اس شخص کو خلیفۂ وقت سے گستاخانہ بات کرنے کی بنا پر گرفتار کر لیا تھا، اور اسے سزا بھی دیتے، مگر حضرت عمرؓ نے اسے چھڑوا دیا اور فرمایا۔ "جو اس نے پوچھا، میں نے بتایا اور اصل حقیقت بھی کہہ ڈالی۔ لوگوں کے سوالوں پر میں اگر مواخذہ کرنے لگوں تو قیامت کے دن خدائے تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا" شبلی کی اس نظم میں ۱۴ ابیات ہیں، مگر شیخ سعدی نے اپنی مثنوی "بوستان" کے باب چہارم "تواضع" میں اصل بات صرف چار اشعار میں بیان کر دی ہے۔ انہوں نے اس واقعہ کے انعقاد کا مقام، صحن مسجد نہیں بلکہ کوئی جائے تنگ؛ بتایا ہے۔

گدائے شنیدم کہ در تنگ جائے　　نہادش عمرؓ پائے بر پشت پائے
ندانست درویش بیچارہ کوست　　کہ رنجیدہ دشمن نداند ز دوست
بر آشفت بروی کہ کوری مگر؟　　بدو گفت سالار عادل عمرؓ
نہ کورم ولیکن خطا رفت کار　　ندانستم از من گنہ در گذار

اس مقالے کے آغاز میں درج شدہ دو آخری عنوانات کے مطالب کو مختصر کئے دیتا ہوں۔ شبلی کی منثور تصانیف کی مانند ان کی اردو اور فارسی شاعری بھی تعلیمات اسلامی کی مبین ہے۔ اپنی اردو کتابوں کے انہوں نے منظوم دیباچے لکھے اور ان میں مذکورہ کتب کے اسلامی محتویات گنوائے ہیں۔ مثلاً "الفاروق" کے دیباچے میں ہے۔

"محفل از بادۂ دوشینہ نیاسود ہنوز　　بادۂ تند تر از دوش بہ مینا کردم
ہم نشین نکتۂ حکمت ز شریعت می جست　　لختے از نسخۂ روح القدس املا کردم

بادہ دوشینہ (کل رات کی شراب) اسلام کے ابتدائی زرین عہد کا کنایہ ہے۔

شبلی فرماتے ہیں کہ تاریخ اسلام کے ایک جزو کی نگارش (سوانح حضرت عمر فاروق) کے ذریعے انہوں نے حکمت شرع اسلامی کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

"سیرت النعمان کے دیباچے میں وہ یوں رقمطراز ہوئے ہیں۔

خواستہ ام طرح دیگر ریختن — شعبدہ تازہ برانگیختن
بادہ فرستم بحریفاں دگر — از مئے دوشین قدحے تندتر
حرمت این کار نگہداشتن — نامہ بہ لعل و گہر انباشتن
کار من است ایں، حد ہر خام نیست — این بود آن کہ بہ ہر جام نیست
دست اگر سوئے قدح بردہ ام — جائے عنب، لخت دل افشردہ ام
فن سیر اگرچہ بود دلپذیر — نیست درو خود ز روایت گریز
گرچہ متاع از دگر آوردہ ام — قطرہ ربودم گہر آوردہ ام
باد گوارا بہ عزیزان، تمام — بادہ گلگون بہ سفالینہ جام

اس دیباچے میں بھی وہ یہی فرماتے ہیں کہ ان کی تصانیف کا مقصد حقانیت اسلام اور دین مبین کی جامعیت کو اجاگر کرنا ہے۔ شبلی کی کئی اردو اور فارسی نظموں کا ابتدائیہ، مسلمانوں کی تاریخ کے عہد زرین کو نمایاں کرنے کے لئے مختص ہے۔ لبعدازاں وہ مسلمانوں کی معاصرانہ زبوں حالی کا رونا روتے ہیں اور آخر میں انہیں پیغام دیتے ہیں کہ وہ امن دین کو مضبوطی سے تھامے رکھنے اور دینوی علوم و فنون میں ترقی و پیش رفت حاصل کرنے کو ذریعہ بنانے سے دنیا میں دوبارہ سربلند ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ۱۸۸۳ء میں انہوں نے عیدالفطر کے موقع پہ فارسی میں جو قصیدہ لکھا اور اسی طرح جون ۱۸۹۲ء میں قیام استنبول کے موقع پہ فارسی ہی میں عیدالاضحیٰ کی مناسبت سے خلیفہ عثمانی عبدالحمید خان ثانی کی تعریف میں انہوں نے جو اشعار کہے ان کا رنگ یہی ہے۔ ان کی اردو شاعری میں اسی اسلوب کی نمائندہ مثنوی "صبح امید" ہے اور مدس تماشائے عبرت میں تاریخ

اسلام کے جن چند واقعات کو علامہ شبلی نے نظم کیا، ان میں سے بعض برصغیر کے عہد اسلامی سے متعلق ہیں۔ مثلاً ایک واقعہ "عدل جہانگیری" کے نام سے مشہور ہے، مگر اسے زیادہ شہرت شبلی کی نظم نے ہی دی ہے۔ (۱۱) ایک دوسری نظم میں شبلی نے اکبر کی صلح کل پالیسی سے بحث کی ہے۔ ہندوؤں سے مخاطب ہو کر شبلی فرماتے ہیں کہ تم نے مسلمانوں کی نرمی اور رواداری کا کوئی پاس نہیں رکھا، اور اب تک بیچارے اورنگ زیب کی جان بخشی نہیں کرتے ہو:

کبھی ہم نے بھی کی تھی حکمرانی ان ممالک پر　　مگر وہ حکمرانی جس کا سکہ جان و دل پر تھا
تمہیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا　　کہ عالمگیر ہندو کش تھا، ظالم تھا، ستمگر تھا

حاشیے اور حوالے

۱۔ کلیات شبلی فارسی مطبوعہ کانپور ۱۹۱۶ء اور کلیات شبلی اردو مطبوعہ اعظم گڑھ (طبع سوم) ۱۹۴۰ء باہتمام مسعود علی ندوی پیش نظر ہیں۔

۲۔ مثلاً دیکھیں مثنوی "صبح امید"

۳۔ ملاحظہ ہو علم الکلام کی تمہید "میں نے ابتدائے زمانہ تصنیف سے اپنے تصنیفات کا موضوع تاریخ قرار دیا ہے" علم الکلام اور الکلام کراچی ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۷۔

۴۔ کلیات شبلی، اردو صفحہ ۴۹۔ مسلمانوں کے تنزل کا اصلی سبب۔

۵۔ اس مطلب کو مولانا حالی مرحوم نے مثنوی مدوجزر اسلام (مسدس) میں طنزاً یوں بیان کیا ہے۔

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر　　جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر　　کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں　　پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کو دکھائیں　　اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

مزاروں پہ جا جا کے نذریں چڑھائیں   شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے   نہ اسلام بگڑے ، نہ ایمان جائے

۶۔ قرآن مجید ۲/۵۹۔

۷۔ تلمیح "شعرالعجم" کی جو پانچ جلدوں میں ہے۔

۸۔ تلمیح المامون (جلد۲) جس میں خلیفہ مامون الرشید عباسی کے حالات اور اس کے عصر کے علمی کمالات مندرج ہیں۔

۹۔ سیرت النبی شبلی کی آخری تالیف ہے جس کی کوئی دو جلدیں انہوں نے خود لکھیں اور بقیہ ۴ جلدوں کو ان کی سکیم کے مطابق سید سلیمان ندوی مرحوم نے مکمل کیا ہے۔

۱۰۔ علامہ اقبال نے بھی "طائران حرم" مرغان حرم یا کبوتران حرم کی تراکیب کو "مسلمانوں" کے لئے اصطلاحاً استعمال کیا ہے

۱۱۔ آغاز ہے : قصر شاہی میں کہ ممکن نہیں غیروں کا گذر   ایک دن نورجہاں بام پہ تھی جلوہ فگن
اس نظم کے ابتدائی نقوش کی خاطر ملاحظہ ہو شیخ محمد اکرام مرحوم کی تالیف شبلی نامہ مطبوعہ تاج آفس بمبئی ۱۹۴۶ء صفحہ ۱۷